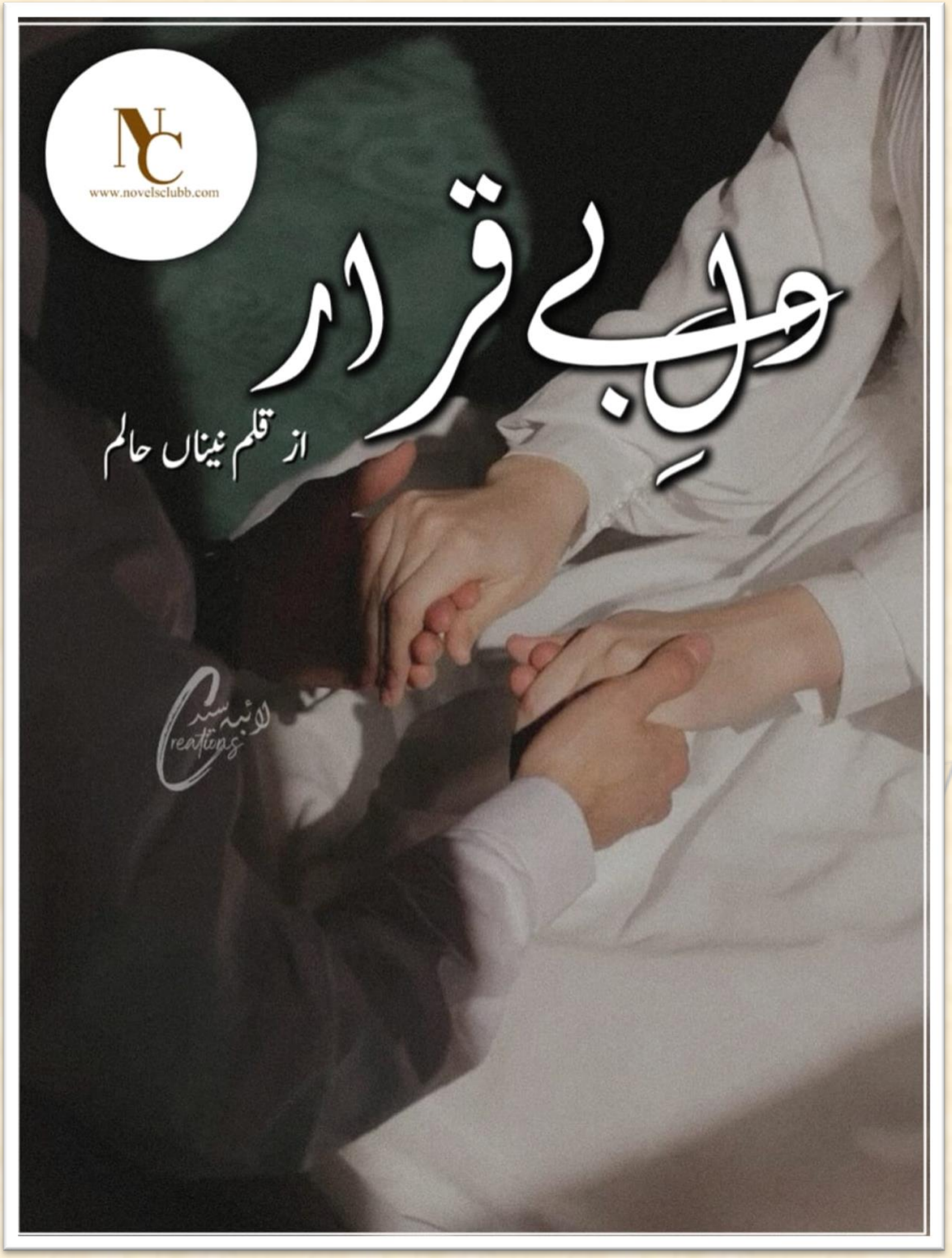
www.novelsclubb.com
دلِ بے قرار
از قلم نیناں حالم

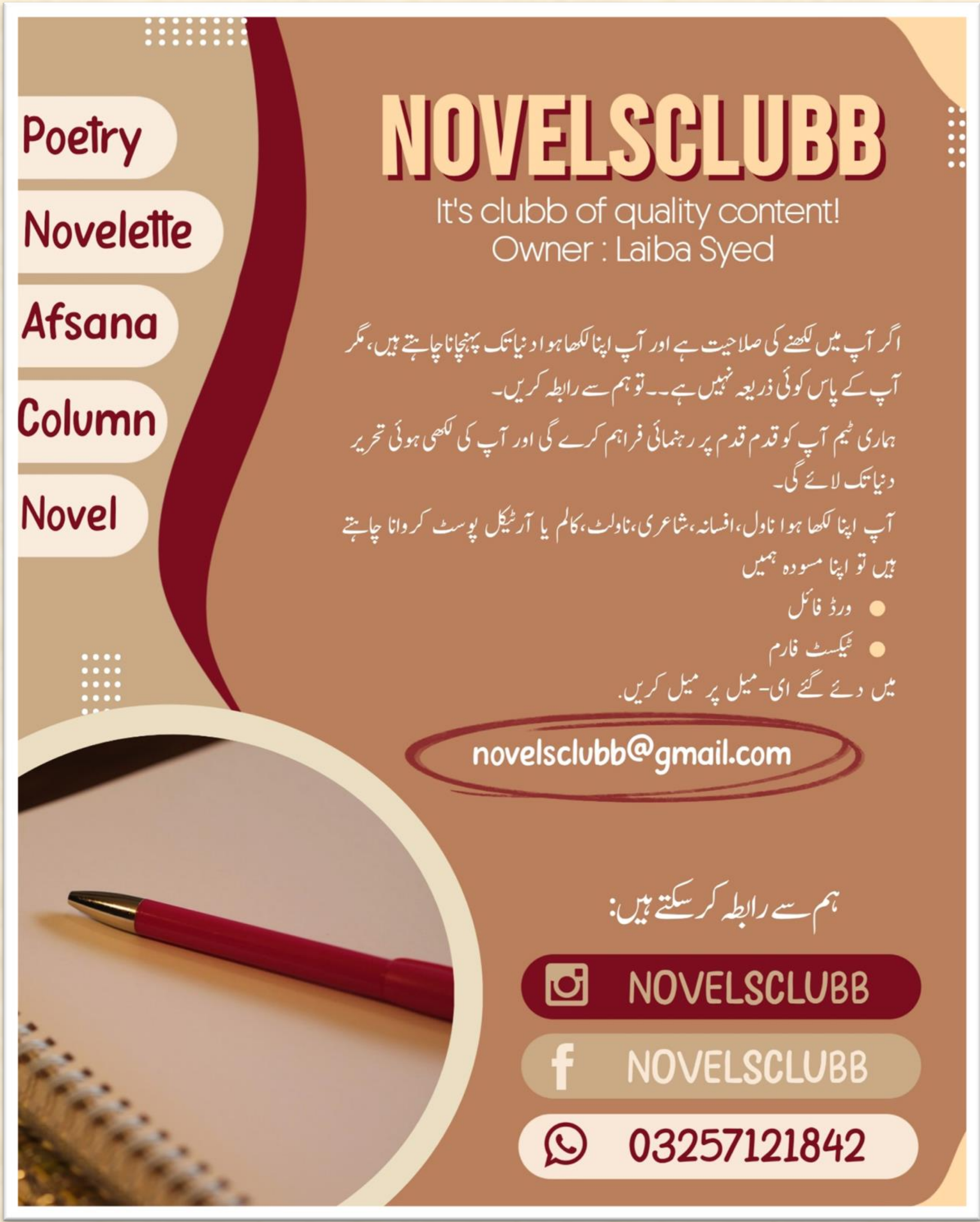

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

دلِ بے قرار

از قلم

نیناں حالم

ناول "دلِ بے قرار" کے تمام جملہ حق لکھاری "نیناں حالم" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناول: دلِ بے قرار

قسط نمبر: 1

میں اب بھی اکیلی ہوں اے چاند!!

کچھ اپنی کہو، کچھ میری سنو۔۔

کہ جو پھول بہاروں میں کھلتے ہیں،

خزاں کے ظالم اور بد نمار نگوں کو کچلتے ہیں،

کہ جو یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن انہیں کچل کے ہنسیں گے یہ ظالم اور بد نما خزاں کے

رنگ۔۔

کیوں؟؟؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہ جو چاند بادلوں میں چھپ کے چمکنے لگتا ہے افق پہ،

کہ جو بھول جاتا ہے کہ ایک دن اسے بھی بادلوں میں چھپ جانا ہے۔۔

کیوں؟؟؟

کہ جو ستارے آسماں پر جھرمٹ بنا لیتے ہیں،

کہ جو آسماں پہ اپنی چمکتی چادر بچھا دیتے ہیں،

کہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن یہ روشنی بھی ماند پڑ جانی ہے۔۔۔

کیوں؟؟؟

تو پھر اے چاند کی چاندنی!!

وہ کیوں بے خبر ہو کے مجھ سے چھپاتا ہے خود کو،

وہ بھول جاتا ہے کیوں؟؟؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کہ ایک دن اسے بھی عیاں ہونا ہے مجھ کو،

کہ وہ بھی بکھر کے سنائے گا مجھ کو،

کیوں؟؟؟

بس ایک چاند!!

کچھ اپنی کہو کچھ میری سنو،

کہ میں اب بھی اکیلی ہوں اے چاند۔۔۔

(از نیناں حالم)

یہ زندگی کا سفر بھی بڑا عجیب ہوتا ہے۔زیست کے اس سفر میں جب ایک انسان پہلی منزل پہ

پہلا قدم رکھتا ہے، تو اک عجیب نامعلوم خدشے کے تحت کتنا رو دیتا ہے، مگر اسے دنیا کی

رنگینیوں میں اتنا مگن کیا جاتا ہے کہ پھر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کہاں سے آیا تھا، کیوں آیا تھا

اور کیسے اور کس مقصد کے لئے آیا تھا اور کیا واپس بھی جائے گا؟؟؟

اپنی کامیابیوں کی سر مستی اور اپنے زندگی کے سنہرے روز و شب اور خوشیوں بھرے قہقہوں اور دنیا کی رنگینی اور دلفریبی میں مست جب یک دم اس سفر میں ناکامی کا ٹھوکر لگ جاتا ہے تو تب احساسِ ندامت، احساسِ پچھتاوا، احساسِ شرمندگی، احساسِ پشیمانی اسے کچھوے کھانے پر مجبور کر دیتا ہے اور اسے بہت دیر بعد اپنے آپ میں بسے اس بچے کی یاد آجاتی ہے جو اس دلفریب دنیا میں گم ہو گیا ہے۔

اور پھر وہ بچہ یک دم اپنے گم شدہ وجود کی تلاش میں اتنا تھک جاتا ہے کہ پھر تھک ہار کر ایک آغوش کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھتا ہے۔۔۔

وہ سہما ہوا، ڈرا ہوا اور بے بس بچہ اس دنیا کو اپنے لئے کسی تاریک، گھنے اور خوفناک جنگل سے کم نہیں سمجھتا۔۔۔ وہ رونے لگ جاتا ہے اور پھر روتے روتے ایک سوچ کسی سائیکلون کی

Club of Quality Content

طرح اس کے ارد گرد اتنا بڑھ جاتا ہے کہ سوائے دھند کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

کیا وہ بھی ایسے ہی بچے کی طرح تھی؟؟؟

ایک عرصے تک خود کو چھپاتے یک دم پھر سے خود کی سوچوں میں پھنس گئی۔۔۔

کیا وہ بھی کل کی طرح اتنی بے بس آج بھی تھی؟؟؟

کیا اب بھی وہ گم نام تھی؟؟؟

اگر نام تھا بھی تو وہ اتنا دھندلا کیوں لگتا ہے؟؟

کیا دنیا کے خوف اور خدشے اور اپنے پن کا احساس ہمیشہ اسے احساس کمتری کا شکار رکھے گا؟؟

کیا میری زندگی ایسے ہی غموں، دکھوں اور بے بسی کے گرد گھوم کر ختم ہو جائے گی؟؟

کیا خوشیوں اور اطمینان بھری زیست پر میرا کوئی حق نہیں؟؟

کیا بے فکر ہو کر لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا میرا کوئی حق نہیں؟؟

سوالات کے بوچھاڑ تھے جو وہ خود سے پوچھ کر خود کو اذیت دے رہی تھی۔

وہ ایسی بن گئی تھی۔جب بھی وہ بے بسی کی انتہا کو پہنچتی تھی تو اس کا من اتنا بھر جاتا، اتنی گھٹن

ہو جاتی اندر دل میں کہ خود کو اذیت دینے کے لئے کوئی اور راستہ نا ملتا۔۔۔

مگر سوچوں کے تانے بانے اسے اور الجھن کا شکار بنا دیتے۔۔۔۔

اور الجھنوں کو جب راہ نا ملے تو اسے ایسی طرح چھوڑ دینا چاہیئے۔۔۔۔۔

وہ بھی گھر سے صرف اپنی الجھنوں سے خود کو چھڑانے کے لئے اور چچی اماں کی جلی کٹی باتوں

سے بچنے کے لیے اور نوکری ملنے کی امید بھرے جگنو تھامے نکلی تھی ایک جگہ انٹرویو دیا مگر

ان کے آثار سے پتا چلنے میں دیر نا لگی کہ لاکھ اچھی تعلیم اور ڈگری ہو اگر قسمت خراب ہو تو

اس کاغذ کے ٹکڑے کا کوئی فائدہ نہیں۔

سڑک پر اپنے قدموں کے بوجھ کو اٹھائے شکستہ حال، نڈھال چال چلتی اک سمت کو وہ اپنے

آپ سے شکوہ کناں تھی۔

جب انسان کے سامنے اپنا ہی آپ دھندلا اور تاریک لگے تو پھر سامنے کا منظر کیونکر دیکھے گا۔۔۔۔

اس کے ساتھ بھی یہی ہوا، سامنے سے آتی بلیک گاڑی اسے وہم لگی لیکن وہ کوئی وہم اور الوژن نہیں بلکہ اس کی زندگی کی طرح ایک تلخ حقیقت۔۔۔۔

قریب پہنچنے تک وہ اپنا کام کرچکی تھی۔ سراسر غلطی چونکہ اس کی تھی تو سر تھامے وہی سڑک پر بیٹھ گئی۔ وہ فائل جو صبح محنت سے تیار کی تھی، اس کی زندگی کا کل اثاثہ، کتنے طعنوں، جلی کٹی باتوں کو سہہ کر، روز و شب کی محنت کر کے وہ کاغذ کے ٹکڑے حاصل کیے تھے، وہی سڑک پر بکھرے اپنی حالت پر ماتم کناں تھے۔

اسے بھی اپنا آپ ان بکھرے کاغذوں کی طرح لگا۔۔۔۔

بے آسرا، بکھرا، بے سہارا، قابلِ رحم۔۔۔۔۔۔

ہوا کی جوش سے کاغذ ادھر ادھر بکھرنے لگی، تو یک دم اٹھی مگر پاؤں اور سر میں اٹھنے والی ٹھیسوں کی وجہ سے دوبارہ بیٹھ گئی اور وہی بے بسی دوبارہ اپنے پورے جلوے کے ساتھ عود آئی اور یک دم آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جھلک پڑا۔

اسی عرصے میں گاڑی میں بیٹھے دو نفوس کو ونڈو سکرین سے حالت کی سنگینی کا احساس ہوا تو گاڑی سے نکلے۔ایک شخص نے آگے بڑھ کر سارے کاغذ اٹھائے اور دوسرا اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار واضح تھے۔

"مس! آر یو اوکے؟؟"

وہ یک دم خوفزدہ سی تکلیف کے باوجود اٹھی اور خاموش مگر رونی آنکھوں سے سامنے والے کو دیکھا۔

"مس! ہم آپ سے کچھ پوچھ رہے ہے کہ آپ کو چھوٹ تو نہیں لگی، ایک تو غلطی بھی آپ کی تھی اور ادھر اس طرح بیٹھ کر معاملے کی سنگینی کو ہمارے حوالے کر رہی ہے۔۔۔۔ پلیز! اگر آپ ٹھیک ہے تو یہاں سے اٹھے تاکہ ہم جائے۔۔۔"

دوسرا بندہ شاید جلدی میں تھا، یا لوگوں کو دیکھ کر جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا تھا تبھی قدرے اکتا کر بولا مگر لہجہ ہنیوز احترام کے لبادے میں مخفی تھا۔

وہ خاموش رہی اور اسی خاموشی سے اپنی تکلیف بھلائے اٹھ کھڑی ہوئی، اور اس اکھڑے موڈ والے ہینڈسم بندے کے ہاتھ سے اپنا بے ترتیب فائل لیا، اور ایک سائڈ کو چل دی۔

چال اب بھی لڑکھڑائی ہوئی تھی۔۔۔۔

اسے جاتے دیکھ کر وہی اکھڑا مگر ڈیشنگ بندہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا جبکہ سڑک پر پنجوں کے بل بیٹھا شخص اس کے پیچھے لپکا، گاڑی میں بیٹھے بندے نے قدرے بے زار ہو کر گھری

سانس لی۔

"سنیں! مس!"اس نے پکارا۔

وہ موڑیں تو نہیں البتہ متوجہ ہو کر رو کی ضرور۔۔۔۔

آپ!۔۔۔آپ اس طرح لڑ کھڑا کے چل رہی ہے، اگر تکلیف زیادہ محسوس ہو رہی ہے تو

ہم ہسپتال چل کر آپ کا چیک اپ کروا دیتے ہیں۔۔۔"وہ پاس آ کر اس کے سامنے کھڑا

ہوا۔اس کا لہجہ چچا جی کی طرح نرم اور شائستہ تھا۔

وہ کسی مہذب اور اچھے گھرانے کا سپوت تھا، وہ دوسرا ابھی تھا مگر۔۔۔۔

اور ویسے بھی وہ انجان لوگوں پر اندھا دھند اعتبار کریں بھی تو کیسے ؟؟؟؟

اس کے چہرے پر ابھرے تفکرات کے لکیریں اور کسی خدشے کا احساس، کسی اندیشے کے

پھیلے جال نے یک دم اسے احساس دلایا کہ وہ اپنے گھر میں نہیں بلکہ باہر سڑک کے بیچ اک

اجنبی لڑکی سے مخاطب ہے۔

دیکھیں! آپ ہم پر ٹرسٹ کر سکتی ہیں۔۔۔میری آپ کی ہی طرح گھر میں کزنز ہے اور آپ

میرے لیے ان کی طرح ہے۔۔۔اور دوسرا میرا مقصد آپ کی مدد کرنا ہے بس۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں اسے اپنے لئے احترام اور اپنائیت کے سوا کچھ اور نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھے بے زار انسان نے تنگ آ کر ہارن بجایا، جس پر دونوں نے چونک کر گاڑی کی

طرف دیکھا تو گاڑی میں بیٹھے بندے نے اشارے سے گھڑی کی طرف اشارہ کیا اور اسے اندر

آنے کو کہا وہ شدید اکتایا ہوا تھا۔

اوچند ثانی اسے دیکھنے کے بعد سر کو ہولے سے جھٹک گئی جیسے سوچوں کے جال کو خود سے

چھڑایا ہو اور قدر توقف کے بعد بولی۔

"دیکھیے! مجھے کچھ نہیں ہوا اور ویسے بھی قصور اچھا خاصا میرا تھا آپ نے جہاں جانا ہے جائیے

Clubb of Quality Content

کیونکہ بہرحال میں نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی اور قدرے تیز قدم اٹھائے اپنی تکلیف بھلائے چلنے لگی، جبکہ سڑک پر کھڑا بندہ اسے بے بس جاتے ہوئے دیکھتا رہا واپس گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

《 ☆☆☆☆☆☆☆》

"کیا ضرورت تھی اسے لفٹ دینے کی۔۔۔" گاڑی اپنی رفتار سے سڑک پر رواں دواں تھی جیسے کہ زندگی اپنا سفر رواں دواں بنا کسی رکاوٹ کے اگے بڑھاتی ہے۔ گاڑی میں بیٹھے دو نفوس میں سے ایک قدر بیزاری سے بولا۔

"یار کیا کرتا۔۔۔ دیکھ نہیں رہے تھے کتنی بے بس دکھائی دے رہی تھی مجھے تو لگ رہا تھا کہ کوئی نوکری وکری کی تلاش میں نکلی تھی اور ویسے بھی اسے دیکھ کر مجھے روش، مینا اور ربیعہ یاد اگئی۔" دوسرا شاید اپنی طبیعت کی بنا مجبور تھا یا پھر واقعی وہ عورت کو اتنا محترم جانتا تھا جیسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اپنے گھر کی چار دیواری تلے بسنے والی اپنی ماں جائی کی طرح، قدرے بے بس لہجے میں بولا۔

"ربش! ہماری بہن اور بیٹی کا باہر کی عورت سے کیا مماثلت۔۔۔ تم بھی نہ حد کرتے ہو۔۔ ہر ایک تمہاری نگاہ میں مظلوم اور ہر ایک تمہاری نگاہ میں مجبور نظر آتا ہے۔۔۔ کیا پتہ وہ ایکٹنگ کر رہی تھی اور جیسے ہی تم سے لفٹ لے لی تو تمہیں لفٹ کروا دے دیتی۔" وہ دونوں جانتے بوجھتے ایک انجان لڑکی پر ایک دوسرے سے الجھ پڑے تھے ایک کا اپنا موقف تو دوسرے کی اپنی دلیلیں اور منطق۔

عورت ذات ہوتی ہی محترم ہے مگر سوچ سوچ کی بات ہوتی ہے ہر ایک کی اپنی سوچ اور وہ بھی دہری سوچ۔۔۔ کوئی بھی ذی روح عورت کا احترام اس وقت کرتا ہے جب تک اس سے اس کا کوئی رشتہ منسوب ہو۔۔۔

پھر تو عورت کا احترام نہ ہوا احترام اور عزت تو رشتے کا ہوا۔۔۔

یہاں بھی ایک عورت کا احترام کرتا ہے اور دوسرا شاید رشتوں کا یا پھر شاید وہ راہ چلتی عورت

کا احترام کر کے بھی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔

"اف ہو۔۔۔ایک تو مجھے تمہاری اس بے اعتباری کی سمجھ نہیں آتی آخر کیوں اتنے بے اعتبار

ہو تم عورت ذات پر؟؟؟ کچھ تو ہے جس نے تم سے عورت جیسی پاکیزہ ہستی پر اعتبار کی حس

چھین لی۔۔۔کیوں ہے ایسا۔۔۔۔۔کیا محرک ہے؟؟؟" وہ دوسرا شاید اکتا گیا اس بحث سے یا

پھر شاید ہر روز کی اس الجھن سے جو دوسرا شیئر نہیں کر رہا تھا۔قدرے جھنجلا کر بولا، لیکن

لہجے میں اب کی بار خفگی ضرور پوشیدہ تھی جیسے فرنٹ سیٹ پر سامنے سڑک کی طرف نگاہیں

کیے بیٹھے شخص نے محسوس کی، مگر انجان رہا۔

ایک گہری سانس لبوں سے خارج ہوئی اور گویا ہوا مگر آواز اتنی مدھم کہ ڈرائیونگ کرتے

شخص کو مشکل سنائی دی۔نگاہیں ونڈ سکرین پر تھی۔

"کچھ باتوں کو کچھ وقت کے لیے پوشیدہ رکھنا اور بظاہر نارمل رہنا بھی کتنا مشکل ہے۔۔۔۔ مگر ناممکن تو نہیں ہے۔۔۔۔۔ کچھ باتوں کو وقت پہ چھوڑنا چاہیے وقت ضرور بتادیتا ہے اور ویسے بھی میں وقت کے ساتھ چلنے والا بندہ ہوں۔۔۔۔ سولڈ ڈس ٹاپک اینڈ۔۔۔۔۔ سکول کے سٹاف کا کیا بنا مکمل ہو گئی سب ارینجمنٹس ؟؟؟" بات تو منہ سے نکل گئی مگر جلد ہی خود پہ قابو پالیا اور اپنے نئے سکول کے بارے میں پوچھا کی۔ زرک خان اس کے مزاج کے بدلتے سمتوں کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

(وہ دونوں اپنے فیملی بزنس کے ساتھ کچھ چیرائی ورک بھی کرتے تھے جس میں مختلف گاؤں میں اسپیشل بچوں کے لیے سکول بنانا اور ان کو فری ایجوکیشن دینا شامل تھا۔ گو کہ اس گاؤں میں سرکاری اور نیم سرکاری سکولز کئی تعداد میں تھے مگر وہاں اسپیشل بچوں کو نا پڑھایا جاتا تھا

اور نا داخلہ دیا جاتا تھا اس لیے انہوں نے یہ انیشیایٹو(initiative) لیا تھا۔ یہ ان کا

پانچواں سکول تھا۔ جس کی آج وہ اس گاؤں میں اوپنگ کے لیے آئے تھے کہ یہ حادثہ ہوا۔)

《☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆》

"آہ!۔۔۔آج پھر وہی ہو گا جو ہر بار ہوتا ہے۔" جب انسان کہی بھی جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کی

فضا، ماحول اور گھر کے ہر خاص اور عام کو مس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ جلد پھر سے اپنے

آشیانے میں لوٹ جائے۔

جیسے کہ پرندے صبح سے اپنی روزی کی تلاش میں در بہ در پھر کے واپس اپنی گھونسلے میں آرام

اور سکون کے لیے لوٹ آتے ہیں۔۔

مگر کیا وہ اس کا آشیانہ تھا بھی، گھر تھا بھی؟؟؟ جہاں کی فضا کو، ماحول کو، محبتوں کو مس

کرتی۔ جہاں وہ بے خوف اور خطر لوٹ جاتی اور جب دروازہ کھول کے اندر جاتی تو کسی کی گرم

آغوش میں خود کو سمو لیتی۔ کچھ لاڈ سے، کچھ ادا سے پیار جتاتی اپنے پیا سے من کی پیاس کو اس

کی ٹھنڈک سے بجھاتی۔۔۔ اپنے اندر کی تپش کو ٹھنڈی پھوار سے بجھاتی۔۔۔

کیا ایسا ممکن تھا کہ وہ اندر جائے اور کوئی معجزہ ہو جائے اور سب اس کی منشا کے مطابق ہو جہاں

خلاف توقع کو سنے، طنز، طعنوں کی جگہ، میٹھی باتوں کی پھوار دل کے آنگن میں ایسے اترے

کہ روح اور دل کی دھڑکنوں کے اندر جمی گھٹن کی فضا بنا کوئی آہٹ پیدا کیا آہستہ آہستہ ہٹ

جائے۔

وہ کوئی ڈریم گرل نہیں تھی نہ ہی وہ کوئی بہت بڑی خواہش اور خوابوں کی باسی۔۔۔

اس کے خواب بھی اسی کی طرح بے حد معصوم و بے ضرر تھے۔۔۔

وہ جانتی تھی کہ خواب، خواب ہوتے ہیں اور حقیقت کی بھی ایک دنیا ہے جبھی اس کے خواب

صرف اس کی دنیا تک محدود تھے۔۔۔

صرف اتنی چاہ کہ جو بھی اچھا ہو اس میں بھی اس کا حق ہو۔۔۔چچی اماں کی زبان سے نکلے

ہوئے الفاظ اس کی ذات کے حوالے سے اس کے لیے نشتر سے کم نہ تھے بلکہ وہ بھی اس سے

اس طرح بات کرے جیسے وہ اپنے بچوں سے کرتی، جیسے اسے کھلاتی ویسے اسے بھی کھلائے

پلائے، بنا جتائے بنا روک ٹوک کے۔۔۔کاش ایسا کبھی ممکن ہو۔۔۔۔۔۔۔کاش۔۔۔۔

نیلگو آسمان کی طرف دیکھتے وہ ٹھنڈی سانس بھر گئی۔روز و عام کی طرح آج بھی آسمان پر چھایا

سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اپنا جلوہ دکھا رہا تھا۔فضا میں گھٹن تو نہ تھی مگر اتنی

ٹھنڈک بھی نا تھی۔ستمبر کا مہینہ ویسے بھی نہ اتنا گرم ہوتا ہے اور نہ سرد۔۔۔

بارش ایک ہفتہ پہلے اس علاقے کو اچھا خاصا بھگو گئی تھی مگر اس کی ذات کی طرح یہ بارش

اس علاقے کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی۔

آسلام آباد جیسے مشہور شہر سے قدرے دور بنا یہ چھوٹا سا گاؤں شہر کا حصہ تھا مگر نہ لگنے کے

برابر کیونکہ یہاں نہ تو شہر جیسی سڑکیں تھی اور نہ ہی اس جیسے ہنگامے۔اس علاقے میں جو چیز آنے والوں کو اٹریک کرتی تھی وہ اس شہر کی طرح اس کے خوبصورت سرسبز باغات اور گھنے درخت۔۔۔

اللہ تعالی نے یہاں حسن، فطرت بڑی فرصت سے عطا کی اور دوسرا یہ اپنی مکینوں کی وجہ سے بھی صاف ستھرا رہتا۔یہاں کے لوگ اپنے گھروں کو صاف اور شفاف رکھتے آئینوں کی طرح، لیکن شاید کچھ لوگ دلوں کو صاف و شفاف نہ رکھ پاتے۔۔۔وہ بھی اسی جگہ کی باسی تھی اسی جگہ کی طرح اسے بھی اللہ تعالی نے باکمال دلفریب حسن دیا تھا۔

بڑی بڑی براؤن آنکھیں جس میں بسا خزن اور دکھ جو ہچکولے کھاتے اس کی آنکھوں کو اور بھی خیرہ بناتا، کھڑی ناک، نازک ہونٹ، گھنے سیاہ پلکیں اور اس طرح کے گھنے بال۔۔۔وہ لگتی ہی نہیں کہ وہ اس گھر کی مکینوں کی کچھ لگتی ہو۔وہ پوری اسپرا تھی۔۔۔مگر کچھ لوگوں

کے لیے حسن تو بے پیش ہوتی ہیں مگر شاید مقدر میں اس حسن کا بے مول ہونا مقصود ہوتا

ہے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔۔۔۔

وہ حسین تھی مگر گمنام ہی تھی اپنی ذات کے بھنور میں پھنسی اپنے آپ میں شکوہ کناں اپنے

ہونے کے غم میں اپنے حسن کا بھی احساس نہ تھا اسے۔۔۔بلکہ احساس ہونے ہی نہیں دیا

جاتا۔

"اہ!!"یکدم جیسے وہ نیند سے جاگی اور احساس ہوا کہ وہ بہت دیر سے اپنے ہی سوچوں میں

الجھی دروازے کے باہر کھڑی تھی اور اگر اس دوران چچی اماں باہر نکل آتی تو۔۔۔۔

اس سے اگے وہ سوچنا نہیں چاہتی سو بوجھل قدموں سے آنے والے حالات کے لیے خود کو

تیار کیے گیٹ کے اندر بڑھ گئی۔اندر کا ماحول حسب معمول تھا چچی امی سامنے برآمدے میں

رکھی چارپائی نما تخت پر بیٹھی سبزی کاٹنے کے ساتھ ساتھ،ساتھ والی گھر سے آئی عورت کے

سامنے اپنے جلے دل کے پھپھولے کھول رہی تھی، اسے آتے دیکھ کر یک دم کاٹ دار

نگاہوں سے دیکھتے ہوئے برہمی لہجے میں طنز سے بولی۔

"آؤ آؤ۔۔۔مہارانی صاحبہ آپ ہی کا انتظار تھا۔۔۔کر آئی اپنی من مانی۔۔۔ہو گئی

تسلی، مل گئی نوکری؟؟ یہ صرف باتیں بنانا نہیں ہے۔۔بی بی! گھر میں بیٹھ کر ہر کوئی کہتا ہے

مگر باہر کی دنیا۔۔۔یہ حقیقت کی دنیا ہوتی ہے تلخ اور کڑوی جیسے زہر۔۔۔"درمیان میں

وقفہ کیا۔پھر مزید نشتر برسائے۔

"بی بی۔۔۔تم تو ٹھہری کوہ قاف کی پری اور نواب کی بیٹی جو چاہتی ہے پکا پکایا پلیٹ میں

ملے۔اپنے خوابوں کی دنیا سے نکلو اور کچھ ہاتھ پاؤں چلاؤ بس مفت کی روٹی کے آگے تو ہر کوئی

ہر کسی کو پیچھے دھکیل دیتا ہے۔۔۔پتہ نہیں نہ نام، ناپتا، نانسب وحسب۔۔۔خان صاحب

نے کہاں سے گند ہمارے سر پر ڈال دیا ہے۔"پھر ذات کا نشانہ نشتر کی صورت دل میں

پیوست ہو گیا اور درد سے جیسے دل کی دھڑکنیں تھم سی گئی ہو اور سارا من جیسے دھواں

دھواں فضا میں تحویل ہو گیا ہو اور آنکھیں اس دھواں میں اتنی بھر گئی کہ آنکھوں میں جمع

پانی آنسو کی صورت عارضوں پر بہنے لگا۔۔۔

کتنی بے بس تھی وہ۔۔۔

بے بس، لاچار معصوم، بے آسرا اور بے سہارا یہ چیزیں تو اپنے ساتھ لائی تھی اس دنیا میں، مگر

شعور کی پہلی سیڑھی چڑھتے جو لفظ اسے لڑکھرانے پر مجبور کر گیا وہ لفظ تھا "بے شناخت، بے

نام، گمنام"

کاش اسے اپنے آپ پر اختیار ہوتا کاش۔۔۔ کاش وہ اللہ تعالی سے لڑ سکتی۔۔۔ مگر۔۔۔ یہ تو

دادی اماں کا پڑھائے ہوئے سبق کہ "اللہ تعالی کبھی انسان کا برا نہیں چاہتا ہم پہ جب کوئی

آزمائش آتی ہے تو لوگ اسے عذاب الہی یا پھر مصیبت کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ تو آزمائش

ہوتی ہے اور اللہ تعالی اللہ آزمائش اپنے پسندیدہ اور اپنے قریب بندوں سے لیتا ہے اور وہ ہے

بھی تو رحمان رحیم سب بندوں سے 70 ماؤں سے بڑھ کر پیار کرنے والا تو دل کیوں چھوٹا

کرتی ہیں تیرے لیے بھی رب سوہنے نے بہت اچھا لکھا ہو گا مگر بس بیٹا ثابت قدمی ہی اپنے

اچھے لکھے کو حاصل کروا سکتی ہے" کہ وہ آج تک اسے آزمائش سمجھے اللہ تعالی سے لڑ نہ سکی

مگر کبھی کبھار جب دل پر غبار اتنا بڑھ جاتا ہے تو پھر شکوہ منہ سے پھوٹ جاتا ہے خود بخود۔۔۔

"اب ٹسوے کیوں بہا رہی ہو۔۔۔ جاؤ دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔۔۔ آئے یہ خان

صاحب آج تو صاف صاف بات کرتی ہوں یا تو یہ رہے گی یا میں۔۔۔" اس کے ٹوٹے

بکھرے وجود کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے الفاظ کو جیسے دانتوں میں چبایا اور وہ بکھرے وجود

کے کرچوں کو سمیٹنے برآمدے کے ساتھ بنے دو کمروں میں سے اپنی اور گڑیا کی مشترکہ

کمرے کی طرف چلی گئی جسے اسے یہی تو سننا تھا۔۔۔۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆☆》

"بیا!" اسے لگا جیسے کسی نے اسے مخاطب کیا ہو۔ گھٹنوں میں دیا سر، گھٹنوں کے گرد ہاتھوں کا

ہالہ دیے وہ بے آواز اپنے ہونے کا ماتم کر رہی تھی پانچ مرلے کے تین کمروں،

برآمدے، ایک چھت، دو باترومز اور ایک چھوٹا مگر صاف ستھرے کچن پہ مشتمل اس

چھوٹے سے گھر میں یہ چھوٹا مگر نفیس سا کمرہ اس کی پناہ گاہ اور ہم عصر اور ہم راز تھا۔

اس گھر میں تین ایسی ہستیاں ہیں جو اس کا دکھ سمجھ سکتی ہے دادی ماں (جن کا انتقال ہوئے دو

سال ہونے کو ہے) چچا جی (خان صاحب) اور گڑیا (زرینہ)۔۔۔

وہ کبھی کبھی سوچتی کہ اگر یہ ہستیاں نہ ہوتی تو۔۔۔ ابھی بھی وہ چچی اماں کے حسب معمول

کوسنے اور طعنوں کو سننے کے بعد اپنے جلے دل کے پھپھولے سہلانے اور دل کا بوجھ بہانے

اپنے گوشہ نجات میں آئی تو پیچھے گڑیا بھی فکر مندی سے اندر چلی آئی اور اندر سب کچھ ویسا ہی

تھا جیسے اس نے سوچا۔

"بیا! دیکھو تمہیں تو اماں کا پتہ ہے کہ فضول میں اپنا دل کیوں خفا کر رہی ہو۔۔۔اماں کو تو پتہ نہیں۔۔۔ کیا ہو جاتا ہے کیوں ان کا تمہارے ساتھ ایسا رویہ ہے۔۔۔دیکھو حالات کے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کرو آپ بہت بہادر ہو ایک اماں کی باتوں سے آپ مایوس کیوں ہوتی ہے۔ میں ہوں ساتھ، ابا ہے اور پھر دادی اماں کی دعائیں بھی تو ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔۔۔۔وہ اپنے نرم لہجے سے اس کے جلے، زخمی دل پر ہولے ہولے مرہم رکھ رہی تھی۔

"اور پھر دادی اماں بھی آپ سے کہتی تھی کہ ہر مایوس اندھیرے کے پردے میں ایک اجلی اور پر امید صبح ضرور ہوتی ہیں بس ہمیں تلاش جاری رکھنی چاہیے" وہ مزید بولی وہ قریب خود بھی گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ اس کے ہاتھوں کے پیالے میں تھا۔وہ تھیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تو17تا18 سال کی لڑکی مگر حالات اور سمجھنے کے لیے عمر نہیں تجربہ ضرور ہوتا ہے۔

: گڑیا! میں بھی آخر انسان ہو۔۔۔کوئی موم کی گڑیا بے جان پتلا نہیں۔۔۔ہر بار چچی اماں

سب کے سامنے میری ذات کا نشانہ بناتی ہے۔۔۔اور ہر بار اس زخم پر چچا جی اور تم مرہم

لگاتی ہو آخر کب تک۔۔۔آخر کب تک؟؟؟؟"جب صبر کی حدیں ٹوٹنے لگے تو انسان

ایسے ہی اشتغال کا شکار ہو جاتا ہے جیسے کہ بیا۔

"اوکے! مان لیا پھر ٹھیک ہے آج کے بعد بیا بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے

گی۔۔۔دے سکتی ہے آپ؟؟کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھ کر اس کا حوصلہ باندھنا

چاہا۔

"ہاہ۔۔۔میں۔۔۔اور جواب۔۔۔۔میں تو خود اپنا ہی جواب نہیں تو چچی اماں اور دوسروں کو

کیا جواب دوں گی۔"کسی شکستہ ہار کی مانند پل بھر میں وجود جیسے بھر بھری مٹی بن گیا۔

اور گڑیا محض ملامتی سی اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"او کے ! چھوڑو یہ بتاؤ آج کیا بنا؟؟؟خود کو یک دم سنبھال کر ایک گہری زکام زدہ سانس اندر کھینچی، چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر آنسو صاف کئے اور اس سے دن بھر کا حال پوچھا جیسے اپنا دل بہلایا کوشش تھی مگر ناکام ذہن انہی الفاظ میں محو تھا۔

وہ اسے دن بھر کے معمولات کا بتا رہی تھی جبکہ وہ ایک بار پھر اپنی سوچوں کے بھول بھلیوں میں بہت دور کئی کھو سی گئی۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆》

"آج آنے دو ابو جی کو ایسی شکایت لگاؤں گی کہ یاد رکھیں گے خان بھیا۔۔۔بس آفس ہی سب کچھ ہوتا ہے ان کا، ایک بھیا ہی تو ہے جو میرا خیال کرتے ہے وہ بھی اب میرے نہیں

رہے۔۔۔" چھوٹی ڈرائنگ روم کے فرش کو اپنے قدموں کی چاپ سے ناپتی جلے بھونے انداز میں گویا ہوئی۔ آج ان سب کا پروگرام اؤٹنگ کا تھا۔ گھر کے جس زیادہ ماحول سے باہر کا ماحول نین کے لیے اچھا تھا۔ بظاہر تھی تو وہ اس گھر میں سب سے چھوٹی مگر بھلا کی انٹیلیجنٹ ہر بات کو جلدی سمجھنے والی، اگر اس سے لاکھ کوئی کچھ چھپاتا مگر وہ سمجھ جاتی۔

گھر کے مکینوں کا معمول ہی بن گیا تھا کہ کھانے کی ٹیبل پر بھی اگر اکھٹے بیٹھ جاتے تو چپ اور اگر کبھی اکھٹے لاؤنج میں بھی تو بزنس کی باتیں مرد حضرات کے پاس اور خواتین کے پاس باہر کی کوئی نئی داستان یا پھر گزرے شب وروز کی حسرتیں۔۔۔اس لئے نیناں آج پھر یاسیت کا شکار تھی۔

"کیا ہوا ہماری مینا کو۔۔۔کیوں اتنی اپسیٹ (upset) ہے اور یہ اپنے نازک پیروں پر اتنا تشدد کیوں ہو رہا ہے؟؟؟؟" زرک خان اور زوراور خان نے جیسے ہی ڈرائنگ روم میں قدم

رکھا اور اسے یوں ٹہلتے پایا تو قریب آ کر اس کے سر پر چپت دے کر شرارتاً گویا ہوئے اور

زور آور خان خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئے جس پر وہ مزید سیخ پا ہوئی اور شکایتاً زور آور خان

کو دیکھا۔

"اگر آپ کو کچھ یاد ہو تو ہمارا آج اؤٹنگ کا پروگرام تھا اور آپ نے پرومس کیا تھا خاناں۔۔"

زرک خان کو مکمل اگنور کر کے زور آور خان سے مخاطب ہوئی وہ جب بھی اس سے ناراض

ہوتی تھی تو طرز تخاطب خان بھیا سے خاناں بن جاتا تھا جس پر اگلے بندے کو پتہ چل جاتا

حالات کی سنگینی کا وہ دونوں سمجھ گئے کہ حالت خراب ہے۔ تبھی زور آور خان کے بجائے

زرک خان نے پچکانے والے انداز میں بہلایا

"چھوٹی آج ہمیں گاؤں میں سکول کی اوپننگ کرنی تھی اس لئے آپ کی بات دھیان سے نکل

گئی۔۔۔پکا کسی اور دن میں لے جاؤں گا اوکے۔"

میں خاناں سے مخاطب ہوں بھائی !۔"اس نے سنجیدگی سے کہااور زور آور خان کے پاس آکر

دونوں ہاتھوں کو سینے سے باندھا۔زور آور خان نے گہری سانس لی اور کھڑے ہوئے۔

ٹھیک ہے میں بھول گیا تھا۔۔۔بس !"اس نے جیسے ہارمان کے کہا۔

"کیوں؟؟"اس نے سوال کیا۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ بھولتا نہیں اسے سب یاد ہوتا ہے اور

اگر بات وعدہ نبھانے کی ہو تو جان دے مگر وعدہ نبھانا نا بھولے۔

"یہ کیا طریقہ ہے نیناں بڑی سے بات کرنے کا۔۔۔یہ تم زور اور سے کس لہجے میں بات کر

رہی ہو۔"زرک خان نے ڈپٹ کر کہا۔زور آور خان نے کھڑے زرک خان کو گھورا۔

"ہاں تو اسے پتا ہونا چاہیے کہ اگلا بندہ جان بوجھ کر تھوڑی کچھ کرتا ہے۔۔۔۔یا اس کی بات

پتھر پر لکیر ہے کہ جو کہا وہ ہو کر رہے گا اگلے بندے کا ایکسیڈنٹ ہی کیوں نا ہو۔"اس کے

گھورنے پر اس نے وضاحت کی،کہ اسے کیوں ڈانٹا اور بیٹھ گیا قریبی صوفے پر۔

اور حسب معمول ایکسیڈنٹ کا سن کر وہ اپنی ناراضگی بھول گئے اور بری طرح پریشان ہوئی

اس پر زور اور خان نے ملامتی نظروں سے زرک خان کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ پریشان کر دیا

پتہ نہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہے۔اس نے محض کندھے اچکائے۔(جیسے کہا

ہو کہ اب تم سنبھالو)

"کیا ہوا آپ دونوں ٹھیک تو ہے نا۔۔۔خان بھیا آپ نے پہلے بتایا ہوتا تو میں آپ سے اتنی

بدتمیزی نہ کرتی سوری خان بھیا۔"اس کی پریشان حال صورت پر زور آور خان نے اسے پکڑ

کر اپنے پاس بیٹھایا اور آرام سے اسے سمجھانے لگا۔"مینا! تمہیں پتہ ہے تم ہمارے لیے کیا

ہو۔۔۔جب پر ومس کر دیا تو پھر نبھاؤں گا بھی میں ہی۔۔۔سواؤٹنگ(outing) پہ میں

ہی لے کر جاؤں گا تو میں ہی لے کر جاؤں گا۔اور تمھیں جو شکایات ہیں مجھ سے وہ میں ہی

دور کروں گا زرک خان یا کوئی اور نہیں۔۔۔اور ہاں اب چیئر اپ(cheer up)کرو اور

بے فکر ہو جاؤ ہم دونوں ٹھیک ہے سو جا کر اپنے ہاتھوں سے میرے لیے ایک کپ سٹرانگ (strong) سی کافی بنا دو کیونکہ میں بہت تھکا ہوا ہوں شاباش۔۔" اور زور آور خان کچھ کہے اور مینا مان نہ جائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا وہ بنا کچھ کہے اور سوال کیے اٹھ گئی۔

"ہاں ہم تو ٹھیک ہے مگر شاید وہ ٹھیک نا ہو۔۔" زرک خان کی فکر مندانہ آواز پر اس کے کچن کی طرف جاتے قدم رک گئے بے اختیار مڑی اور دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"زرک خان !" زور آور خان نے تنبیہ کی۔ جس کا اگلے بندے پر خاطر خواہ اثر نا ہوا۔

"بھائی ! آپ کس کی بات کر رہے ہے ؟؟" مینا نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ ایسے ہی تھی۔ ہر ایک کے لیے پریشان ہونے والی۔

"اس کی جس کی ہماری کار کے ساتھ ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔" زرک خان نے بتایا۔ جبکہ زور آور خان کوفت سے دونوں کو دیکھتا رہا۔

"تو آپ دونوں کو انہیں ہاسپٹل لے جانا چاہے تھا۔" وہ کافی بنانا بھول گئ تھی اسے نئ فکر لگ گئی۔ وہ واپس ان کے پاس آگئی۔

"لے جاتے اگر "تمھارے خان بھیا" کو دیر نا ہوتی۔۔۔اور اس نے اس لڑکی کے ساتھ اتنا روڈلی بیہو(rudely behave) کیا مینا!" تمھارے خان بھیا پر زور دے کر اسے ساری تفصیل بتائی جس پر مینا نے ملامتی نظروں سے زور آور خان کو اور زور آور خان نے غصے بھری نگاہوں سے زرک خان کو گھورا۔

"خان بھیا!!" مینا نے افسوس سے پکارا۔

"ایسی بات نہیں۔۔۔یہ ایسے ہی ایگزیجریٹ(exaggerate) کر رہا ہے مینا!" زور آور نے صلح جو انداز میں کہا۔

"اچھا! زور آور خان۔۔۔کیا جو میں نے کہا جھوٹ ہے؟؟" وہ اس کی ٹانگ کھینچ رہا تھا وہ

سمجھ گیا۔ تبھی قدرے جھنجھلا کر بولا۔

"زرک خان! اینف"

"جاؤ تم مینا۔۔۔ایسا کچھ نہیں!"وہ کنفیوژ سی اٹھی اور کچن کی طرف چلی گئی۔

اور زرک خان پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

زرک خان! نو مور ارگومنٹس پلیز۔۔۔میں کل آف لے رہا ہوں۔۔۔کیونکہ مجھے میری بہن سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہے۔۔۔تو کل سنبھال لینا ابو جی سے میں نے بات کرلی ہے۔"اس کی نظریں خود پر مرکوز دیکھ کر اس نے ختمی انداز میں کہا اور لمبے لمبے ڈنگ لے کر اوپر سیڑھیاں چڑھتا گیا زرک خان محض سر جھٹک کر رہ گیا۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆》

Club of Quality Content

"میرا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو آگ لگا دوں یہ دنیا ہستی ہے تو دل کرتا ہے ایسا کچھ کر دوں کہ دنیا رونے لگے اور میں سنو۔۔۔"لیپ ٹاپ گود میں رکھے وہ آج پھر یاسیت کا شکار نیگٹو ہو رہی تھی اس میں اس کا بھی قصور نہ تھا حالات ہی کچھ ایسے تھے تو ایسے بن گئی تھی۔

"یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا۔۔۔میں ہی کیوں ؟؟وہ اتنا کٹھور کیوں ہے میرے ساتھ ؟؟اگر یہ سب میرے ساتھ ہوا تو اس میں میرا کیا قصور جو مجھے اس کی سزا مل رہی ہے ؟؟؟"سوچیں تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔وہ اپنی بڑی بڑی براؤن آنکھوں میں آنسو کا سمندر لئے ایک زاویے پر دیکھتی نارسائی کا شکار تھی۔

"کاش میرے بس میں ہوتا تو میں مر جاتی مگر۔۔۔۔"

"روشی !!۔۔اکیلے بیٹھی کیا سوچ رہی ہو تم ؟؟؟وہ میں یہ کہنے آئی تھی کہ بھیا کہہ رہے تھے کہ روشی ربیعہ آپی کو بلاؤ تا کہ ہم اؤٹنگ پر جائیں۔۔۔۔تو بس تیار ہو جاؤ تا کہ ہم پھر خوب

انجوائے کر سکے۔"اس کی سوچوں پر بند نین نے آکر باندھا جس پر وہ حسب معمول جھنجھلا

اٹھی۔

"کتنی بار کہا ہے تم سے نیناں بی بی جب میں سوچ رہی ہوں تو مت ٹوکا کرو یہ سوچیں ہی تو ہے

جس کے لیے میں ناکارہ نہیں ہوں باقی تو میں ناکارہ ہوں تم سب کے لیے۔۔۔ خیر مختصر یہ

کہ میں نہیں جا رہی تم لوگ اوٗٹنگ کرو انجوائے کرو۔۔۔ میرے بغیر بھی ویسے بھی تم سب

اچھا خاصا "انجوائے" کر سکتے ہو۔۔"کی پیڈ پر تیزی سے ہاتھ چلا کر اسے جواب دیا۔

"تم جو بھی کہو میں مائنڈ کرنے والے نہیں ہوں کیونکہ آج میں بہت خوش ہوں تو اٹھو بلکہ

ایسے ہی چلو پیاری لگ رہی ہو۔"اس کے گود میں رکھے کو لیپ ٹاپ کو چھین کر اور تقریباً اس

کی ویل چیئر کو گھسیٹ وہ دونوں کمرے سے چل دیے اور پھر ان سب نے خوب انجوائے

کیا۔لانگ ڈرائیو کے بعد وہ اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا پھر آئس کریم پارلر سے آئس

کریم۔واپس لانگ ڈرائیو پر گاڑی میں نیناں خوب چہک رہی تھی اس کے برعکس روشی چپ تھی اسے چپ ہی رہنا تھا۔ربیعہ بھی فریش موڈ میں تھی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے پورا دن ایک دوسرے کے ساتھ اچھا خاصا ٹائم خوشگوار انداز میں گزارا واپسی پر سب تھکے ہوئے تھے تو بنا کچھ کہے سب اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆》

اٹھ جاؤ مہارانی !۔۔۔سورج سوا نیزے پر ہے اور مہارانی صاحبہ جانے کن خوابوں میں ہیں۔۔۔ہم تمہارے نوکر نہیں ہیں جو تمہارے خدمتیں کرتے رہیں گے جانے کب تک ہمارے سینوں پر مونگ دھلتی رہو گی۔" گزشتہ واقعات کی سوچوں کا اتنا اثر تو ہونا ہی تھا اور کچھ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے جسم کا درد تو بخار تو لازم ہونا تھا۔ مگر یہاں کسے پروا تھی۔رات کو نیند بھی نہیں آرہی تھی اور کھانا بھی نہیں کھایا تھا تو بھوک اور بخار نے اچھا خاصا نڈھال کر دیا

تھا اس لیے صبح کا ہوش ہی نہ رہا کہ کب اندھیری رات سے اجلی صبح ہو گی۔اب جو چچی اماں

نے آواز دی تو بمشکل ہی آنکھ کھولی اور حالات کا جائزہ لیا۔واقعی کمرے کی کھڑکی جو کھولی تھی

وہاں سے باہر اچھا خاصا دھوپ نکلا نظر آرہا تھا۔یعنی تقریبا 10 تو بج گئے تھے۔اٹھنے کی

کوشش کی مگر بے دم سی ڈھلے ہو گئی جس پر چچی اماں مزید سیخ پا ہو گی۔

"ہائے ہائے مہارانی۔۔۔یہ ڈرامے بازی بن کرو اور اٹھو۔۔۔بستر پر کب تک پڑی رہو

گی۔۔۔نوکری تو ہوتی نہیں ہے تجھ سے۔۔مفت کے نوالے توڑیں گی کیا؟؟گھر کا کام ہی

کر دو۔۔۔اکیلی جان کیا کیا کروں اور یہ نوابزادی ہے کہ اٹھ ہی نہیں رہی ہے."

چچی اماں کی جلی کٹی سننے سے بہتر ہے کہ میں یہ تکلیف برداشت کروں دل میں سوچتے وہ

مشکل ہمت مجمع کر پائی اور اٹھ کر بیٹھ گئی سر اگرچہ چکرا رہا تھا اور نقاہت سے برا حال تھا مگر

پھر بھی چپل اڑسے اور باہر آگئی اور چچی اماں اسے اٹھتے دیکھ کر کمینگی سے مسکرائی اور خود کو داد دیے۔

انزلنا نے باہر دیکھا تو چھوٹے سے صحن میں گڑیا جھاڑو دے رہی تھی اور چچی کا لاڈلہ مسواک کر رہا تھا (صفوان چچی اماں کا بڑا بیٹا جو کہ ان پڑھ ہونے کے ساتھ ساتھ بے ہنر اور بے روزگار بھی تھا۔ کہتا تھا کہ یہاں کوئی کام نہیں کروں گا مجھے باہر بھجوا دو۔ میں ادھر نوکری کروں گا۔ جس پر چچا جی کی ہر وقت اس سے لڑائی ہوتی تھی اور ان دونوں کی اس وجہ سے نہیں بنتی بھی تھی جبکہ چچی اماں کا فل سپورٹ تھا۔ باہر جانے کے علاوہ شادی کا بے حد ارمان تھا۔ چچی اماں تو کر بھی دیتی مگر چچا جی کے کہنے کے مطابق اس جاہل اور گنوار کو کون اپنی بیٹی دے کچھ بن جائے تب دیکھ لوں گا۔ جس پر چچی اماں کی چچا جی سے ان بن ہوتی اور سارا غصہ بیچاری انزلنا پر گرتا۔ آج بھی کچھ ایسا ہی ہوا صفوان نے باہر جانے کی بات کی جس پر چچا جی نے بے باؤ

سنائی اور پھر چچی اماں کی لڑائی ہو گئی) اسے باہر آتے دیکھ کر آئینے کے اگے مسواک کرتا

صفوان کمینگی سے مسکرایا جس پر انزلنا نے تاسف سے گہری سائنس کی اور صحن میں بنے باتھ

روم کا دروازہ زور سے بند کیا۔

"اماں! تو فکر نہ کر۔۔۔ایک دفعہ میں باہر چلا گیا تجھے بھی بلالوں گا۔۔اور ہاں تیرے لیے

چار سونے کے کنگن۔۔۔ گڑیا کے لیے سونے کا ایک سیٹ پہ بنوادوں گا۔۔بس ایک دفعہ ابا

راضی ہو جائیں پھر دیکھ میری وجہ سے تم سب کے دن پھر جائیں گے۔" باتھ روم کے

دروازے کی طرف دیکھ کر صفوان نے اماں کی لالچی طبیعت کو چمکارا جس کا متوقع چچی اماں کا

جواب تسلی آمیز تھا۔

"ہاں پتر! تو فکر نہ کر۔۔ تیرے ابا کو تو میں منالوں گی بس میرے کنگن یاد رکھو تم۔۔۔جا گڑیا

بھائی کے لیے ناشتہ لے آ اور ہاں فریج میں دو انڈے رکھے ہیں وہ بھی تل لے اور ہاں پراٹھے

دیسی گھی میں تل لو۔۔۔ویسے دیسی گھی لائی تو میں اپنی دوائی بنوانے کے لیے مگر خیر تیرے ابا سے پیسے لے کر اور لادوں گی۔۔۔۔ میرے پتر میں جان ہو تو جہان بہت۔" گڑیا جھاڑو کو پٹخنے کا انداز میں پھینکتی بڑبڑاتی کچن میں گھس گئی اسی دوران انزلنا بھی باتھ روم سے نکل آئی بنا کسی کو دیکھے سیدھے کچن میں چلی گئی۔ جانتی تھی کہ صفوان کی آنکھوں میں کیا تھا اور چچی اماں کی آنکھوں میں۔۔۔

"گڑیا! تم ہٹ جاؤ میں ناشتہ بنا دیتی ہوں اور تم کالج کیوں نہیں گئی ؟؟؟" کچن میں داخل ہوئی تو گڑیا کو توے پر روٹی ڈالتے دیکھا تو گویا ہوئی، لہجے میں کمزوری ظاہر ہو رہی تھی گڑیا نے اسے دیکھا تو وہ اسے کمزور مرجھائی ہوئی لگی۔اسے تاسف ہونے لگا (کتنی اچھی ہے بیہ مگر نہ جانے کیوں اماں کو خدا واسطے کا بیر تھا بیہ سے)افسوس سے دل میں سوچا۔

"کوئی بات نہیں بیہ !۔۔۔میں بنا رہی ہوں اور تمہارے لیے بھی بنا دیتی ہوں۔۔۔کالج تمہارے وجہ سے نہیں گئی اماں کا پتا ہے مجھے۔۔۔اور تم کمزور اور مرجھائے ہوئی کیوں لگ رہی ہو کہی بخار تو نہیں ہے نا؟؟؟(ماتھے پر ہاتھ رکھا جو گرم تھا۔)۔۔تم کمرے میں جاؤ میں لے کر آتی ہوں ناشتہ اور دوائی بھی تا کہ بخار اتر جائے۔۔۔اور ہاں میں نے رات کو تمہارے حصہ کا سالن چھپا دیا تھا پتا تھا اماں صفوان بھائی کو کھلا دیں گی اس لیے میں نے فریج میں سائیڈ پر چھپا دیا۔۔۔"شرارت سے آنکھ مار کر اسے آگاہ کیا جس پر وہ دقت سے مسکرائی اور قریب رکھی ٹپائی پر بیٹھ گئی۔

"گڑیا جاؤ جا کر پہلے صفوان بھائی کو ناشتے دے آؤ ورنہ چچی اماں آوازیں دے دے کر گھر سر پہ اٹھا دے دیں گی۔۔۔پتا تو ہے کتنا لاڈلا ہے ان کا۔۔۔مجھے چھوڑو نا کھا کر مر نہیں جاؤں گی ویسے بھی بقول چچی اماں کے ناکارہ ہوں۔۔۔مفت کے نوالے توڑتی ہوں۔۔۔" تلخی وجود

اور لہجے کہ ہر ایک انگ سے پھوٹ رہی تھی۔کچھ بخار کی تپش اور کچھ نارسائی، آنکھیں دھواں دھواں اور سرخ ہو رہی تھی۔گڑیا سے کچھ نہ بن پایا تو خاموش سے نواب صاحب کا سپیشل بعام ٹرے میں سجا کر لے گئی۔وہ بھی پیٹ کی آگ بجھانے روٹی کھانے لگے (باہر تو لے جانے سے رہی کیونکہ جتنا زلیل ہونا تھا ہو گی اب اور ہمت نہیں تھی اس میں) جو کہ گڑیا نے ساتھ میں بنا دیا تھا۔سالن وہ دانستہ بھول گئے کیونکہ گڑیا نہیں جانتی کہ چچی اماں گھر کی مالک ہے اس سے کچھ نہیں چھپتا۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆☆》

مناہل (مینا) کے بنگلے میں بی صبح معمول کے مطابق ہوئی سب نے اکھٹے ناشتہ کیا معمول کے پوچھ گچھ ہوئی چھوٹوں بڑوں کے درمیان جبکہ چھوٹے جنریشن میں سوائے ہیلو ہائے کے کسی

کی بات کا تبادلہ نہ ہوا جس پر حسب معمول مینا جھنجھلا رہی تھی کہ وہ گھر میں ہی نہیں بلکہ جنگل میں رہتی تھی یا پھر یہ کہ یہ گھر ساؤنڈ پروف تھا۔ایسا ہر گز نہ تھا کہ باتیں نہیں ہوتی تھی مگر وہ بھی صرف ضرورت کی حد تک اور آپو جان اور چچی اپنے کاموں میں یا پھر "کہی جا رہی کہیں آ رہی" میں مصروف رہتیں مینا شکایت تھی تو روشی اور ربیعہ دی سے،شکایت تھی تو زرک خان اور زور آور خان سے جو کہ آفس سے گھر یا پھر آفس کے کام سے کئی کئی دن گھر سے باہر ورنہ پہلے یہ لوگ ایسے نہ تھے خوب ہلہ گلا ہوتا تھا زور آور خان خیر شروع سے سنجیدہ مزاج کے تھے یا بن گئے تھے وہ اب تک نیناں کے لیے کسی معمہ سے کم نا تھے۔جبکہ زرک خان اور "اس" کی وجہ سے خوف محفل جمتی تھی۔لیٹ نائٹ چائے کا دور چلتا رہتا،چھٹی والے روز اؤٹنگ کچھ عرصہ پہلے ربیعہ زرک خان کی منگنی پر جو ہلہ گلا ہوا تھا وہ مینا کو اب تک یاد تھا "اس" کا اور منگنی کا خیال آتے ہی جیسے خیال خیالوں میں وہ چونکی ادھر ادھر دیکھا کوئی نہیں

تھا۔آپو جان اور چچی کہی گئی تھی گھر میں ربیعہ روشین اور وہ تھی وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں تھی۔پاس سنٹرل ٹیبل سے فون اٹھایا نمبر ڈائل کیا اور بے قراری سے اٹینڈ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔فون اٹھالیا گیا۔

"ہیلو!"موبائل سے گمبھیر آواز ابھری۔تو مینا نے تھوک نگل کر ایک دفعہ پھر دائیں بائیں دیکھا خوب تسلی کر کے سرگوشی میں بولی۔

"السلام علیکم!کیسے ہیں آپ؟؟۔۔میں ناراض ہوں آپ سے۔۔۔میں فون نہ کروں تو آپ کو بھی یاد نہیں آتی۔۔۔"

"اوہ۔۔۔وعلیکم السلام!مینا۔۔۔میں ٹھیک ہوں اور فون کیوں نہیں کیا جانتی تو ہو تم۔۔۔خیر گھر میں سب کیسے ہیں؟؟اور تم کیسی ہو گندی لڑکی یاد انہیں کیا جاتا ہے جو بھول

جاتا ہے۔"اس کے روٹھے پن پر گہری سانس لے کر اس کو بہلایا۔"سب ٹھیک ہے"وہ

مختصر بولی(یعنی کہ ناراضگی کا کوئی ذکر ہی نہیں چلو ٹھیک ہے پھر یونہی صحیح)

"مینا!"موبائل سے آواز ابھری۔

"ننگیال خاناں!"وہ ناراض تھی وہ سمجھ گیا اتنی ناراض تو سوچا بھی نہ تھا۔فون سے اس کی

گھمبیر مگر نرم آواز ابھری۔

"میں جانتا ہوں تم کیوں ناراض ہو اور تم مجھے غلط مت سمجھنا پلیز تم ہی تو ایک سبب ہو میرا

اس گھر میں ایک تم ہی تو مجھے اپنا سمجھتی ہو اور ایک تم ہی تو ہو جیسے لگتا ہے کہ میں غلط

نہیں۔۔۔۔تم ہی تو مجھے کہتی ہو سب ٹھیک ہو جائے گا میں سب سنبھال لوں گی۔۔۔۔تو اب

اتنی ناراضگی کیوں؟؟؟"وہ جانتا تھا کہ اس کی ناراضگی اس کے فون نا کرنے کی وجہ سے تھی

اور یہ بھی کہ گھر میں سب کیسے چل رہا ہو گا اور اس سے ناراضگی کی آڑ میں کیا مانگے گی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"خاناں !۔۔۔ایسا کب تک چلے گا۔۔۔۔میں سب کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں" وہ پگھل گئی۔

ناراضگی بھول گئی بے بسی سے بولی۔

"ہمت مت ہارو سب ٹھیک ہو جائے گا اور سب تم ٹھیک کرو گی آئی ٹرسٹ یو۔۔۔"اس نے تسلی دی۔

"سنو ابھی مجھے کہی جانا ہے۔۔۔اپنا اور سب کا خیال رکھنا خاص طور پر امی کا۔۔۔میں خود فون کروں گا پھر تو میرا انتظار کرنا ہے ٹھیک ہے خدا حافظ۔۔۔"اسے پتا تھا وہ کمزور پڑنے والا ہے اس لیے بات جلدی ختم کرتے ہوئے کہا اور نیناں کو کال کاٹنے کی آواز آئی۔اس نے فون کان سے ہٹا کر اسے دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ربیعہ جو کچن جان رہی تھی اسے روتا دیکھ کر فکرمندی سے اس کے پاس آئی۔

"کیا ہوا مینا۔۔۔ کس کا فون تھا تم رو کیوں نہیں ہو ہاں۔۔۔۔ میری طرف دیکھو بتاؤ

نا۔۔ تم مجھے ڈرا رہی ہو۔۔۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔"

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔۔۔۔۔۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہے کسی کو بھی میرا کوئی خیال نہیں

ہے۔۔ ایک آپ لوگ اور دوسرا انگ۔۔۔" روتے ساتھ بتاتے ہوئے یک دم چپ ہو

گئے کہ اگر اسے پتا چلا کہ ابھی وہ کس سے بات کر رہی تھی تو یقیناً ہمدردی کی جگہ غصے نے

لے لینی ہے۔ اس نے ربیعہ کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی کہ اس نے ادھوری بات سے

کیا مطلب لیا لیکن وہاں صرف فکرمندی تھی تو قدرے اطمینان بھری سانس لی۔

"کیوں نہیں۔۔۔ ہمیں تمھاری پرواہ ہے مینا!۔۔۔ دیکھو کل تم نے اوُٹنگ کی ضد کی تو ہم بنا

چوں وچرا کے مان لیا ورنہ ابو جی کو تو تم جانتی ہی ہو۔۔۔ تمھارے لیے زور آور نے ان سے

پرمیشن لی۔۔۔۔۔زرک خان کو۔۔۔سب کو تمہارا کتنا خیال ہے۔۔۔۔"ربیعہ نے بچوں کی طرح سے پچکارا جس پر وہ مزید سیخ و پا ہوئی۔

"بس کر دے ربیعہ دی۔۔۔آپ سب نے مجھے بچی سمجھ رکھا ہے۔۔اور میری باتیں ایک بچہ سمجھ کے اگنور کر دیا۔۔۔میری خواہشات آپ لوگوں کے لیے کسی کھلونے کی طرح ہے کہ اگ نا ملے تو بچہ سمجھ کے کچھ اور لا کے دل بہلا لو۔۔۔۔میں بچی نہیں ہوں اب۔۔۔بڑی ہوں۔۔۔آپ پلیز مجھے بچے سمجھنا چھوڑ دیں پلیز۔۔۔"اسے حیرت ذرہ چھوڑ کر وہ منہ پر ہاتھ رکھ کے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی اور ربیعہ یہ بھول گئی کہ وہ کمرے سے کس لیے نکلی تھی۔

《☆☆☆☆☆☆☆☆☆》

آج پھر وہ اس وحشتوں اور اذیتوں کے چنگل سے نکل آئیں یہ سوچ کر کہ آج اسے نوکری مل جائے گی۔رات کو صفوان روٹیاں تندور سے تیار شدہ لے کر آگیا تھا کیونکہ اسے بخار کی بعد کمزوری محسوس ہو رہی تھی اور گڑیا بھی سستی کے مارے پکانے سے انکاری تھی۔توامی نے سو باتوں کے بعد صفوان کو پیسے دیے اور وہ کھانا اور روٹیاں لے آیا۔روٹیاں اخبار میں لپیٹ تھی۔وہ اسے کچن میں رکھنے لگی تو بلاارادہ اخبار میں بنے ایڈ پر نظر پڑی جس میں اس کے گاؤں میں سپیشل بچوں کے لئے بنے سکول کے لئے سٹاف کی ضرورت کا ایڈ تھا تو اسے یقیناامید مل گئی کہ اب ضرور جاب مل جائے گی۔تو بس اس ایڈ کے بتائے ہوئے پتے پر وہ اسی سکول کے بڑے عمارت کے گیٹ کے سامنے کھڑی اپنی ہمت مجمع کر رہی تھی۔ایک گہری سانس لے کر اندر ہال میں بنے ریسپشن پر آگئی۔ریسپشن پر کھڑی لڑکی سے انٹرویو کا پوچھنے لگی جس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پر ریسپشن پہ کھڑی ویل ڈرسٹ اور خوش شکل لڑکی نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا اور

اسے حیران کردیا یہ کہہ کر۔۔۔۔۔

"مس وہ ایڈ تو دو ماہ پہلے کا تھا اور ہمارے پاس اب سٹاف پورا ہو گیا ہے۔

(باقی آئندہ ملاحظہ کریں)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری
شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842